مثنوی سحرُالبیان میں سماجی رسومات کا تذکرہ

Mention of Social Rituals in Masnavi Sahar -ul-Bayan

ڈاکٹر وقار سلیم رانا
ڈیپارٹمنٹ آف سکول ایجوکیشن، سمن آباد، فیصل آباد
ڈاکٹر فوزیہ شہزادی
لیکچرر (وزٹنگ)، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور
ڈاکٹر محمد امجد عابد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract:

The society depicted by Mir Hassan in Masnavi "Sihr -ul-Bayan", especially the assembly life of Lucknow, is an Indian society. This Indian society has been formed by the interaction and intermingling of Hindus and Muslims. There are significant effects of Indian civilization on the people living in this society. Which include Hindu beliefs, ideas, social style, lifestyle, customs, morals and habits etc. Under the influence of this Indian civilization, most of the social rituals practiced by Muslims are also related to the beliefs and ideas of Hindus. In this Masnawi, The social rituals related to the birth and marriage of a human being are mentioned in detail by Mir Hassan in detail in India society.

Keywords: Society, Civilization, Hindu, Muslim

کلیدی الفاظ: معاشرہ، تہذیب، ہندو، مسلم

ادب انسانی جذبات و احساسات کی نمائندگی کرتا ہے۔ کوئی بھی لکھاری جس سماج میں رہتا ہے، وہ اس سماج کے اثرات کو شعوری اور غیر شعوری طور پر قبول کرتا اور اپنی تخلیقات میں ان اثرات کا اظہار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیرِ نظر مقالہ میں مثنوی "سحر البیان" کا جائزہ سماجی و معاشرتی تناظر میں لیا گیا ہے۔

مثنوی "سِحرُ البیان" بائیس سو (2200) اشعار پر مشتمل ہے۔ [1] اس مثنوی میں میر حسن بالخصوص لکھنؤ کی مجلسی زندگی کا ذکر کرتے [2] ہوئے جس معاشرے کی منظر کشی کرتے ہیں، وہ ایک ہندوستانی معاشرہ ہے۔ یہ ہندوستانی معاشرہ بالخصوص ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہم میل جول اور ربط و اختلاط سے تشکیل پایا ہے۔ اس معاشرے میں بسنے والے افراد پر ہندی تہذیب کے نمایاں اثرات موجود ہیں۔ جن میں ہندوؤں کے عقائد و نظریات، طرزِ معاشرت، رہن سہن، رسم و رواج اور اخلاق و عادات وغیرہ شامل ہیں۔ اس ہندی تہذیب کے زیرِ اثر مسلمانوں میں رائج زیادہ تر رسومات ہندوانی رسومات ہیں۔ ان رسومات میں سے بعض رسومات تو جوں کی توں ہیں اور بعض میں برائے نام تبدیلی کی گئی ہے، [3] ہندی طرزِ معاشرت میں ہندوؤں کے عقائد و نظریات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہندوؤں کے ہاں مافوق الفطرت قوتوں دیوی، دیوتاؤں، جنوں اور پریوں کے ساتھ ساتھ مظاہرِ فطرت سورج، چاند، دریا اور پہاڑ وغیرہ کی پوجا کا رجحان عام پایا جاتا ہے۔ وہ ان تمام کی ناراضی کو بدشگونی قرار دیتے اور اس ناراضی کو دور کرنے کے لیے طرح طرح کی منتیں مانتے ہیں۔ یہ وہ تمام بنیادی عوامل ہیں جن سے ایک ہندوستانی معاشرے کی سماجی رسومات جنم لیتی ہیں۔

ہر معاشرہ انسانوں سے تشکیل پاتا ہے۔ انسانی زندگی بہت سے اہم مراحل مثلاً پیدائش، شادی اور وفات سے گزرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے اور سماجی سطح پر ان

مراحل کے حوالے سے بہت سی رسومات منائی جاتی ہیں۔ میر حسن نے مثنوی "سحرُ البیان" میں بالخصوص انسان کی پیدائش اور شادی سے متعلق سماجی رسومات کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔

ہندوؤں کے ہاں کسی بھی کام کے آغاز سے قبل نجومیوں، جوتشیوں، رَمّال اور پنڈتوں وغیرہ سے رہنمائی طلب کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ آج بھی ہندوستان میں اولاد کی پیدائش، شادی بیاہ کے لیے مبارک دن کا انتخاب، کاروبار کا چلنا اور روزمرہ کے دیگر معاملات میں ان مذہبی پیشواؤں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ خصوصاً اولاد کی خواہش انسانی جبلت کا حصہ ہے اور اگر عرصہ دراز تک اولاد پیدا نہ ہو تو اسے باعثِ تشویش سمجھا جاتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں مذہبی رہنماؤں سے مشاورت ہندوستانی رسم و رواج کا اہم جزو تصور کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے میر حسن لکھتے ہیں:

نصیبوں میں دیکھو تُو میرے کہیں
کسی سے بھی اَولاد ہے یا نہیں (4)

جب بادشاہ نے اولاد کی پیدائش سے متعلق سوال کیا تو ان مذہبی پیشواؤں میں سے کوئی بادشاہ کی قسمت کا حال جاننے کے لیے زائچہ بنانے لگا تو کوئی قرعہ زمین پر پھینک کر اس کی تقدیر کا تعین کرنے لگا، الغرض تمام نجومیوں، جوتشیوں، رمالوں اور پنڈتوں نے بادشاہ کو یہ نوید سنائی کہ اس کے ہاں چاند سا بیٹا پیدا ہوگا۔ بقول میر حسن:

یہ سُن کر، وے رَمّالِ طالع شِناس
لگے کھینچنے زائچے بے قِیاس
جماعت نے رَمّال کی عرض کی
کہ ہے گھر میں اُمّید کے کچھ خوشی (5)

ہندوستانی معاشرے میں بچے کی پیدائش پر خوشیاں منانے کا عام رواج پایا جاتا ہے اور جو خاندان اس نعمت سے سرفراز ہو، ان کے ہاں جشن کا سماں ہوتا ہے۔ گھریلو خواصیں، خواجہ سرا، بھانڈ، بھگتی اور اسی شعبہ سے وابستہ دیگر افراد، اس خوشی والے گھر جا کر اپنے اپنے انداز میں مبارک باد دینے کے ساتھ ساتھ بچے کو دعائیں دیتے ہیں۔ اس سماجی رسم کے بارے میں میر حسن کہتے ہیں:

کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ہجُوم
ہوئی "آہے آہے مُبارک" کی دھوم (6)

ان بھانڈوں، ڈومنیوں، خواجہ سراؤں اور کنچنیوں کی آمد اپنے اپنے ساز و سامان کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ تمام افراد ناچ گانے کے ذریعے اپنی اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس حوالے سے مولانا عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں:

"شہر کی عام ڈومنیوں کی جلد جلد آمد و رفت رہتی۔ اور آئے دن وہ طبلہ سارنگی لیے ڈیوڑھی پر کھڑی ہی رہتیں۔"(7)

بقول میر حسن:

لگے بجنے قانون و بین و رَباب
بہا ہر طرف جوئے عشرت کا آب (8)

اِن رقص و سرور کی محافل کے بدلے انھیں انعام و اکرام سے بھی نوازا جاتا ہے اور یہ محافل ہندوستانی معاشرے کی سماجی رسومات کی عکاسی کرتی ہیں۔ بقول میر حسن:

وے نذریں خَواصوں کی، خُوجوں کی لے
اُنھیں خلعت و زَر کا انعام دے (9)

"چھٹھی" ہندوستانی معاشرے کی ایک اہم رسم ہے۔ اس رسم میں بچے کی پیدائش کے چھٹے روز ماں اور بچے کو پہلی مرتبہ غسل دیا جاتا ہے۔ عزیز و اقربا طرح طرح سے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ دُلھن کے میکے کی طرف سے زچہ اور بچہ کے لیے جوڑے، خصوصاً بچے کے لیے مختلف قسم کے کھلونے اور دیگر اسی قسم کی چیزیں آتی ہیں۔ اس رسم کے بارے میں ڈاکٹر محمد عمر رقم طراز ہیں:

"سونے یا چاندی کی ہنسلی، کڑے ـــــ۔ اگر میکے والے نواب یا شہزادہ ہوتے تو ہاتھیوں پر چاندی کا پنگوڑا اور نہ کہاروں کے کندھوں پر ہنڈولنا، سروں پر بچّے کی پلنگڑی، مونگ اور چاول کی بوریاں بھی ہوتی تھیں۔ یہ رسم اب بھی جاری ہے اور اسی انداز سے ادا کی جاتی ہے۔"(10)

اس حوالے سے میر حسن بیان کرتے ہیں:

چھٹھی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات

کہ دن عید اور رات تھی شب برات (11)

جب بچہ ایک سال کا ہو جاتا ہے تو بچے کا یومِ ولادت بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ ہر سال بچے کی تاریخِ ولادت پر دعوت کی جاتی ہے اور اس دن کی نسبت سے ڈوری میں ایک گرہ لگادی جاتی ہے (12)۔ یہ سماجی رسم "برس گانٹھ" کہلاتی ہے۔ بقول میر حسن:

برس گانٹھ جس سال اُس کی ہوئی

دلِ بستگاں کی گرہ کھل گئی (13)

جب بچے کے درس و تدریس کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے تو پہلی مرتبہ مکتب جانے پر "بسم اللہ خوانی" کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ میر حسن اس رسم کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

مُعلّم، اَتالیق، مُنشی، ادیب

ہر اِک فن کے اُستاد بیٹھے قریب

کیا قاعدے سے شُروعِ کلام

پڑھانے لگے علم اُس کو تمام (14)

ہندوستانی معاشرے میں انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ شادی بیاہ اور دیگر اسی قسم کی پر مسرت تقریبات سے جڑی رسومات بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہیں۔ شادی بیاہ کی ان رسومات کے حوالے سے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ رقم طراز ہیں:

"شادی زندگی کی اہم ترین تقریب ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے مقدور کے مطابق اسے پوری دھوم دھام سے منانا چاہتا ہے۔ عموماً اس موقع پر دل کھول کر خرچ کیا جاتا ہے۔ اکثر تو قرض اٹھانے سے بھی احتراز نہیں کرتے۔ برات کے دن عجیب چہل پہل ہوتی ہے۔ عورتیں آج کے دن خاص طور پر سنگار کرتی ہیں۔ مہمانوں کے اٹھانے بٹھانے کے لیے شامیانے، قناتیں اور نم گیریاں لگائی جاتی ہیں۔ انھیں طرح طرح سے سجاتے ہیں اور آتش بازی چھوڑتے ہیں۔" (15)

شادی رچانے کی غرض سے عموماً لڑکے والے، لڑکی والوں سے رشتہ مانگتے ہیں۔ "شادی کی نسبت اکثر مشاطاؤں کے ذریعے سے ٹھہرتی ہے۔" (16) جب دونوں خاندان راضی ہو جاتے ہیں تو شادی کے لیے کوئی مناسب سی تاریخ طے کر لی جاتی ہے۔ ہندوستانی معاشرے میں لوگ اکثر ضعیف الاعتقادی اور توہم پرستی کا شکار ہوتے ہیں۔ اس لیے شادی کی تاریخ ٹھہرانے میں کسی مبارک مہینہ، مبارک دن اور مبارک گھڑی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اس حوالے سے میر حسن بیان کرتے ہیں:

بُلا شگنیوں کو، بتا سال و سن

مقرّر کیا نیک ساعت سے دن (17)

شادی کے مبارک دن دولھا بناؤ سنگھار کرتا ہے اور پھر دولھا کو سہرا باندھا جاتا ہے۔ دولھا کی حرکات و سکنات سے شرمیلا پن ظاہر ہوتا ہے اور وہ بے تکلف گفتگو سے پرہیز کرتا ہے (18)۔ "سہرا بندی" کے اس پُر مسرت موقع پر گیت گائے جاتے ہیں اور ہر طرف خوشیوں کا سماں ہوتا ہے۔ سہرا بندی کے بعد برات کی روانگی کا وقت آ جاتا ہے جسے "برات چڑھنا" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے سید احمد دہلوی لکھتے ہیں:

"دولھا کے واسطے زرق برق زیور سے آراستہ گھوڑا آیا۔ اس کے سہرا باندھا گیا۔ دولھا سوار ہوا۔ پیچھے شہ بالا بیٹھا۔ شہ بالا دولھا کا بھائی یا رشتے دار لڑکا جس کا ختنہ نہ ہوا ہو بنایا جاتا ہے۔ ایک ہاتھ میں لگام، دوسرے میں رومال، منہ سے ڈھکا ہوا دولھا آگے بڑھا۔ تمام براتی پیچھے پیچھے۔۔۔۔ اسے برات چڑھنا کہتے ہیں۔" (19)

دولھا براتیوں کے ہمراہ باجے گاجے کے ساتھ برات لے کر دلھن والوں کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ میر حسن ان تمام مناظر کو کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ رُوز

چڑھا بیاہنے وہ مہِ شب فَروز

وہ نَوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار

وہ موتی کا سہرا، جواہر کا ہار[20]

اس پر مسرت موقع پر آتش بازی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔"برات چونکہ رات کو چڑھتی ہے، روشنی اور آتش بازی کے اہتمام سے جلوس کی شان دوبالا ہو جاتی ہے"[21]۔اس حوالے سے میر حسن کہتے ہیں:

وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار

کہ ہر رنگ کی جس سے دونی بہار[22]

جب برات دلھن والوں کے ہاں پہنچتی ہے تو دلھن والے دو طرفہ قطار میں کھڑے ہو کر دولھا اور براتیوں کو ہار پہناتے ہیں[23] اور پھر دولھا مسند نشین ہوتا ہے، الغرض دلھن والوں کے ہاں گہما گہمی بھی کچھ کم نہیں ہوتی۔بقول میر حسن:

وہ دولھا کا مسند پہ جا بیٹھنا

برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا[24]

دوسری طرف دلھن کا بناؤ سنگھار بڑے چاؤ سے کیا جاتا ہے اور اسے سرخ جوڑا پہنایا جاتا ہے جو اس کے سہاگن ہونے کی علامت ہے۔دلھن کی آرائش و زیبائش کے بارے میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کہتے ہیں:

"چوٹی، ٹیکا، جھمکا، نتھ، مسی، پان، کاجل، پاگھڑے، کڑے اور حنا دلہن کے آرائش کے لوازم ہیں۔۔۔۔دلہن کی سہیلیاں اس کے سنگار کرنے میں آج کے دن اپنا سارا کمال صرف کر دیتی ہیں۔ایسے دن روز روز نہیں آتے۔"[25]

بقول میر حسن:

عُروسی وہ گہنا، وہ سُوہا لباس

وہ مہندی شہانی، وہ پھولوں کی باس[26]

ان پر مسرت تقریبات اور معاشرتی رسومات میں نہ صرف دلھن بلکہ دیگر خواتین بھی اپنے بناؤ سنگھار کے لیے "سرمہ"، "کاجل"، "مہندی"، "مِسّی" اور "عطر" وغیرہ کا استعمال کرتی ہیں۔اس حوالے سے میر حسن لکھتے ہیں:

وہ مِسّی اور اُس کے لبِ لعل فام

سوادِ دیارِ بدخشاں کی شام[27]

میر حسن نے مثنوی "سحرُ البیان" میں ایسے بہت سے زیورات کا ذکر کیا ہے جو شادی بیاہ کے ساتھ ساتھ اس عہد کی دیگر سماجی رسومات اور تقریبات کے موقع پر آرائش و زیبائش کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔جن میں "ٹیکا"، "کلغی"، "نتھ"، "بالا"، "جھُمکا"، "مُندرے"، "سِیلی"، "پنچ لڑا"، "دُلڑا"، "چمپا کلی"، "دُھکدُھکی"، "منکے"، "مالا"، "انگشتری"، "گہنے"، "پہنچی"، "بھُج بند"، "نَورتن"، "گھنگھرو" اور "پازیب" وغیرہ شامل ہے۔میر حسن ان زیورات کا ذکر کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

لگا دُھکدُھکی، پنچ لڑا، سَت لڑا

سراسر گلے حُسن اُس کے پڑا[28]

ہندوستانی معاشرے میں شادی بیاہ اور دیگر سماجی رسومات کے موقع پر جہاں زیورات حسن کو چار چاند لگاتے ہیں وہاں خوبصورت لباس زیب تن کرنے کا رواج عام پایا جاتا ہے۔اس لباس میں "اوڑھنی"، "دوپٹا"، "شال"، "کُرتی"، "چولی"، "پاجامہ"، "لہنگا" اور "پشواز" وغیرہ شامل ہے۔اس حوالے سے میر حسن کہتے ہیں:

وہ پاجامۂ سُرخ کمخواب، اور

دوپٹا بنارس کا سورج کے طَور[29]

انسانی پیدائش کی بات ہو یا شادی بیاہ کی بات، ان سماجی رسومات میں لباس اور لوازماتِ حسن کے ساتھ ساتھ رقص و سرور کی محافل کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔خواجہ سرا، ڈومنیاں، کنچنیاں، طوائفیں اور بھانڈ وغیرہ اپنے اپنے فن کے جوہر دکھاتے اور داد وصول کرتے ہیں۔بقول میر حسن:

طوائف کا اُٹھنا اک انداز سے

دِکھانی وہ آ صورتیں ناز سے[30]

"سٹھنی" بھی شادی بیاہ کی رسوم میں سے ایک سماجی رسم ہے جس میں ڈومنیاں سمدھنوں کی نسبت سے ایک دوسرے کو فحش گیت سناتیں[31]، سمدھنیں ایک

دوسرے کو گالیاں دیتیں، ہنسی مذاق کرتیں اور ایک دوسرے کے گلے میں ہار پہناتی ہیں۔ میر حسن اس رسم کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

اُترنے کی وھاں سمدھنوں کے پھبن

کِھلیں پھول جیسے چمن در چمن

قَہاقے، ہنسی، شور وغُل، تالیاں

سُہانی سُہانی نئی گالیاں[32]

ہندو دھرم میں دولھا اور دلھن آگ کے گرد پھیرے لیتے، اکٹھے جینے مرنے کی قسمیں کھاتے اور شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے ہاں نکاح کی رسم رائج ہے۔ بقول میر حسن:

ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان

پلا سب کو شربت، دیے پان دان[33]

نکاح کے بعد دولھا کو مبارک باد دی جاتی ہے۔ تمام عزیز و اقارب اسے گلے ملتے ہیں اور پھر اسے زنان خانے کی طرف لے جایا جاتا ہے، جہاں دلھن سج دھج کے اُس کے انتظار میں بیٹھی ہوتی ہے۔ اس موقع پر دولھا کا والہانہ استقبال کیا جاتا ہے۔ دولھا کی سالیاں اور اُن کی سہیلیاں دولھا کے ساتھ طرح طرح کے ہنسی مذاق کرتی ہیں۔ اس موقع پر دولھا کے ساتھ اس کے قریبی دوست بھی ہوتے ہیں۔ دولھا کی زنان خانے آمد کے حوالے سے میر حسن لکھتے ہیں:

چلا یوں وہ دولھا، دُلھن کی طرف

پھرے جیسے بلبل چمن کی طرف

ہُوا لیکن اُس وقت دُگنا مزا

کہ دولھا دُلھن جب ہوئے ایک جا[34]

آج بھی ہندوستان میں شادی سے متعلق بہت سی سماجی رسومات رائج ہیں جن کے بغیر شادی کا جشن نامکمل تصور کیا جاتا ہے۔ ''آرسی مُصحف'' بھی ایسی ہی ایک رسم ہے۔ بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ:

''آرسی مصحف شادی کی ایک رسم ہے، اسے ''جلوہ'' بھی کہتے ہیں۔ دولہا دلہن کو سر جوڑ کر آمنے سامنے بٹھاتے ہیں۔ بیچ میں تکیہ اور تکیے پر قرآن شریف رکھا جاتا ہے۔ دولہا سورۂ اخلاص پڑھ کر دلہن کے منھ پر پھونکتا ہے۔ اس کے بعد قرآن شریف پر آئینہ رکھ کر دولہا دلہن کے اوپر کوئی کپڑا ڈال دیتے ہیں تاکہ شرمائی ہوئی دلہن آئینے میں اپنے اجنبی میاں کو دیکھ سکے۔''[35]

بقول میر حسن:

دِکھا مُصحف اور آرسی کو نکال

دھرا بیچ میں، سر پہ آنچل کو ڈال[36]

''سَرُونج پسائی'' اور ''نَبات چنوانا'' جیسی رسومات بھی شادی بیاہ کے حوالے سے خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ ''سَرُونج پسائی'' کی رسم میں دولھا سہاگ پُڑا پیتا ہے اور اس کام میں سات سہاگنیں اس کی مدد کرتی ہیں اور دلھن کی مانگ بھری جاتی ہے[37]۔ اس کے ساتھ ساتھ ''نَبات چنوانا'' کی رسم میں مصری کی نوڈلیاں دلھن کے جسم کے مختلف حصوں مثلاً ہاتھ، پاؤں، کُہنیوں، مونڈھوں، کمر اور گھٹنوں وغیرہ پر رکھ دی جاتی ہیں۔ دولھا بغیر ہاتھ لگائے، اپنے منہ سے ان ڈلیوں کو چُنتا ہے اور عورتیں دولھا کو خوب پریشان کرتی ہیں[38]۔ ان رسومات کے بارے میں میر حسن لکھتے ہیں:

کسی نے پِسائی سَرُونج آن کر

کوئی گالی ہی دے گئی جان کر[39]

چُنائی نَبات اُس کو اِس گھات سے

کہ ڈَہکا دیا ہر گھڑی بات سے[40]

ان تمام رسومات کے بعد جہیز کا سامان دولھا والوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ یہ سامان دلھن والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے تاکہ دلھن سسرال جا کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرے۔ دُلھن کی رُخصتی کے وقت طرح طرح کے ٹونے، ٹوٹکے کیے جاتے ہیں تاکہ دولھا اور دلھن نظرِ بد سے محفوظ رہیں۔ یہ وہ لمحہ ہوتا ہے جب ''دُلھن

کو گود اُٹھانے کی رسم" ادا کی جاتی ہے۔ دلھن والے دولھا کو اندر بلاتے ہیں اور وہ دُلھن کو اپنی گود میں اُٹھا کے پالکی میں بٹھاتا ہے۔"(41) اور ڈومنیاں میکا چھوڑنے کے راگ گاتی ہیں۔ یہ مناظر بہت ہی رِقت انگیز ہوتے ہیں۔ میر حسن دلھن کی رُخصتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سحر کا وہ ہونا، وہ ٹُونے کا وقت
وہ دُلہن کی رُخصت، وہ رُونے کا وقت
وہ دولھا کا دُلہن کو گُودی اٹھا
ِٹھانا مُحافے میں آخر کولا (42)

برات کی واپسی پر دلھن کو بڑے چاؤ سے پالکی سے اتارا جاتا ہے اور بالخصوص دولھا کی ماں اِس نو بیاہتا جوڑے کے سر سے پانی وار کر پیتی اور ان کی بلائیں لیتی ہے۔ آج بھی یہ رسم ہندوستانی معاشرے کی زینت ہے۔ بقول میر حسن:

بہو اور بیٹے کو چھاتی لگا
اور اُن دونوں کے ہاتھ باہم مِلا
ہوئی جان اور جی سے اُن پر نثار
پیا پانی اُن دونوں پر وار وار (43)

"چوتھی" شادی کی دوسری رات کھیلے جانے والا ایک کھیل ہے۔ شادی کے دوسرے دن لڑکی والے اس نو بیاہتا جوڑے کو میکے لے آتے ہیں اور دلھن سسرال کی طرف سے دی گئی مٹھائیاں اور ترکاریاں بھی اپنے ساتھ لاتی ہے۔ اس رسم میں دلھن کے ہاتھوں دولھا کو پھولوں کی چھڑیاں(44) لگوائی جاتی ہیں۔ دلھن کے ساتھ ساتھ سمدھنیں بھی چوتھی کے کھیل میں حصہ لیتیں ہیں اور ہر طرف ہولی کی سی رونق ہوتی ہے۔ میر حسن "چوتھی" کی رسم کی جانب کچھ اس انداز سے اشارہ کرتے ہیں:

اُٹھایا اُسی دھوم میں لگتے ہاتھ
پری زاد کا بیاہ چوتھی کے ساتھ (45)

ہندوستانی معاشرے میں بالخصوص انسان کی پیدائش اور شادی سے متعلق سماجی رسومات کے تناظر میں میر حسن نے جس فنکارانہ انداز سے اُس عہد میں بسنے والے افراد، ان کی طرزِ معاشرت، رہن سہن، رسم و رواج اور نشست و برخاست کی منظر کشی کی ہے، وہ قابلِ ستائش ہے اور آج بھی یہ مثنوی قارئینِ ادب کے ذوقِ طبع کی آبیاری کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تنویر احمد علوی، مقدمہ، مشمولہ: مثنوی سحرُ البیان، ایک تہذیبی مطالعہ از رضیہ سُلطانہ، دہلی: کتاب بھون پبلشرز، ۱۹۶۴ء، ص17
۲۔ میر غلام حسن دہلوی، سحرُ البیان، مرتبہ: رشید حسن خاں، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، 2009ء، ص270
۳۔ احمد دہلوی، سید، مولوی، رُسوم دہلی، رام پور: کتاب کار پبلی کیشنز، ۱۹۶۵ء، ص37
۴۔ میر غلام حسن دہلوی، سحرُ البیان، ص164۔165
۵۔ ایضاً، ص165
۶۔ ایضاً، ص168
7۔ عبد الحلیم شرر، مولانا، ہندوستان میں مشرقی تمدّن کا آخری نمونہ یعنی گذشتہ لکھنؤ، مرتبہ: رشید حسن خاں، دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 1971ء، ص354
8۔ میر غلام حسن دہلوی، سحرُ البیان، ص169
9۔ ایضاً، ص167
10۔ محمد عمر، ڈاکٹر، ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، نئی دہلی: سکائی لارک پرنٹرز، 1975ء، ص128
11۔ میر غلام حسن دہلوی، سحرُ البیان، ص170
12۔ ابو الفضل، علامہ، آئین اکبری، جلد دوم، مترجم: مولوی محمد فدا علی، حیدر آباد: دار الطبع جامعہ عثمانیہ، 1939ء، ص290
13۔ میر غلام حسن دہلوی، سحرُ البیان، ص170

14۔ ایضاً،ص174
15۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور اُردو شاعری،لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،2005ء،ص177
16۔ عبدالحلیم شرر،مولانا،ہندوستان میں مشرقی تمدّن کا آخری نمونہ یعنی گذشتہ لکھنؤ،ص383-382
17۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص258
18۔ عبدالحلیم شرر،مولانا،ہندوستان میں مشرقی تمدّن کا آخری نمونہ یعنی گذشتہ لکھنؤ،ص389۔390
19۔ احمد دہلوی،سید،مولوی،رسُوم دہلی،ص113
20۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص259
21۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور اُردو شاعری،ص۱۸۱
22۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص260
23۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور اُردو شاعری،ص183
24۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص261
25۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور اُردو شاعری،ص180
26۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص263
27۔ ایضاً،ص207
28۔ ایضاً،ص196
29۔ ایضاً،ص255
30۔ ایضاً،ص261
31۔ احمد دہلوی،سید،مولوی،فرہنگ آصفیہ،جلد سوم و چہارم،لاہور:اُردو سائنس بورڈ،طبعِ ششم،2010ء
32۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص262
33۔ ایضاً،ص263
34۔ ایضاً
35۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور اُردو شاعری،ص187
36۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص263
37۔ ایضاً،ص598
38۔ ایضاً،ص621
39۔ ایضاً،ص263
40۔ ایضاً
41۔ عبدالحلیم شرر،مولانا،ہندوستان میں مشرقی تمدّن کا آخری نمونہ یعنی گذشتہ لکھنؤ،ص۳۹۳
42۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص264
43۔ ایضاً،ص267
44۔ احمد دہلوی،سید،مولوی،رسُوم دہلی،ص136
45۔ میر غلام حسن دہلوی،سحرُالبیان،ص265